جلد ۱٦ ظہور ۱۳۵۴ ہش شمارہ ۸
اگست ۱۹۷۵ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ظہور ۱۳۵۴ ہش

رجب ۱۳۹۵ ہجری ـــــــ اگست ۱۹۷۵ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

قیمت سالانہ: آٹھ روپے

فی پرچہ: بچھتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت . . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۶ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۸
ظہور ۱۳۵۴ ہش

(۱)

عبداللہؓ بن رواحۃ انصاری

آپ انصارِ مدینہ کے قبیلہ خزرج میں سے تھے۔ باپ کا نام رواحہ اور والدہ کا نام کبشہ تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر جن بارہ آدمیوں کو مقرر فرمایا تھا۔ ابن ہشام نے ان میں تیسرے نمبر پر ان کا ذکر کیا ہے[۱] انہیں بنو حارث میں نقیب مقرر کیا گیا تھا۔ نہایت بلند پایہ شاعر تھے۔ مشرکوں کی ہجو کا یہ حضورؐ کی طرف سے جواب دیتے[۲]۔ کنیت ابو محمد تھی۔ بعض نے ابو رواحۃ اور ابو عمرو بھی بیان کی ہے۔ جنگ موتہ میں جب تک شہید نہیں ہوئے تمام غزوات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل رہے۔ بدر۔ اُحد۔ خندق۔ حدیبیہ خیبر میں حضورؐ کی انہیں معیت نصیب ہوئی۔

اطاعتِ رسول کے جذبہ کا یہ حال تھا کہ ایک دن حضور کی خدمت میں حاضری کی نیت سے مسجد کی طرف آ رہے تھے حضورؐ خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ کے دوران حضورؐ نے فرمایا لوگو بیٹھ جاؤ۔ یہ مسجد کے باہر تھے وہیں بیٹھ گئے خطبہ کے بعد حضورؐ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ عبد اللہ! اللہ تعالےٰ تیرے اللہ اور رسول کے احکام کی اطاعت کے جذبہ کو اور بڑھائے۔

جب کسی غزوہ میں شریک ہوتے تو گھر سے نکلنے والوں میں سب سے پہلے یہ ہوتے اور واپس لوٹتے وقت سب سے بعد گھر پلٹتے۔ حضورؐ کی توصیف میں ان کے یہ شعر متعدد کتب میں آئے ہیں ؎

---

[۱] ابن ہشام جلد اول جزو ثانی صفحہ ۳ ـ [۲] اسد الغابہ الجزء الثالث صفحہ ۱۵۷ مطبوعہ طہران۔

انّی تفرستُ فیکَ الخیرَ اعرفہ	واللہ یعلمُ ان ما خاننی البصر
انت النبیّ ومن یحرم شفاعتہ	یوم الحساب فقد ازری بہ القدر
فثبت اللہ ما اٰتاکَ من حسن	تثبیت موسیٰ ونصرا کالذی نصروا[1]

اے برگزیدہ رسول میں نے تجھ میں بھلائی ہی بھلائی دیکھی۔ اور خدا جانتا ہے میری نظر و فراست نے مجھ سے خیانت نہیں کی۔ تو برگزیدہ نبی ہے جو تیری شفاعت سے یوم حساب میں محروم ہوا اس کی تقدیر پھوٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جو خوبی تجھے عطا کی ہے اللہ اسے قائم و دائم رکھے اور تیری رسولوں کی طرح مدد فرمائے۔ آخری مصرعہ ابن ہشام میں اس طرح بھی آیا ہے۔ ع

فی المرسلین ونصراً کالذی نصروا

حضور نے سنا تو فرمایا۔ عبد اللہؓ! اللہ تجھے بھی ثبات عطا فرمائے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں۔ اللہ نے انہیں کیسا ثبات عطا فرمایا کہ شہادت نصیب ہوئی اور خدا کی ابدی جنت میں بسیرا ہوا۔

مشہور عابد و زاہد صحابی حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ کوئی دن نہیں آتا جس میں مجھے عبد اللہؓ بن رواحہ یاد نہیں آتے۔ وہ جب مجھے ملتے اگر سامنے سے آتے تو میرے سینہ پر ہاتھ رکھتے۔ اگر پیچھے سے آتے تو پشت پر ہاتھ مارتے اور کہتے آ بیٹھ کر ایمان تازہ کریں اور اللہ اور رسول کا ذکر کرتے اور کہتے اے عویمر یہ ایمان کی مجلسیں ہیں۔

آٹھ ہجری جمادی الاولیٰ کو شام کی طرف ہرقل کی فوجوں کا اجتماع ہوا۔ حضور نے تین ہزار صحابہ کو روانہ فرمایا اور فرمایا زیدؓ بن ثابت امیر لشکر ہوں گے۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہؓ بن رواحہ امیر لشکر ہوں گے۔ اگر انہیں بھی شہادت نصیب ہو جائے۔ تو خود کوئی امیر چن لیں۔ جب یہ لشکر روانہ ہوا۔ تو حضور انہیں رخصت کرنے کے لئے بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ جب حضور مدینہ کو پلٹے تو عبد اللہ بن رواحہ نے کہا ؎

خلف السّلامُ علی امرئٍ ودّعتہُ	فی النخل خیرَ مشیّعٍ وخلیل[2]

اس بزرگ ہستی پر سلام ہو جسے میں نے کھجوروں والی زمین میں رخصت کیا وہ بہتر مشایعت کرنے والے اور کتنے اچھے دوست ہیں۔

رخصت ہوتے وقت وہ رو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا عبد اللہ رونے کا کیا سبب ہے۔ جواب دیا نہ تو دنیا کی محبت

---

[1] اسد الغابہ الجزء الثالث صفحہ ۱۵۹۔ [2] تاریخ الامم و الملوک الطبری الجزء الثانی صفحہ ۱۹۰

کی وجہ سے آنسو امڈے ہیں نہ تمہاری محبت کی وجہ سے۔ قصہ یہ ہے کہ میں نے حضورؐ سے قرآن کریم کی یہ آیت سنی وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربك حتماً مقضیاً کہ یہ خدا کا اٹل فیصلہ ہے کہ ہر شخص جہنم پر وارد ہوگا۔ بھئی میں نہیں جانتا کہ جب میں وہاں جاؤں گا تو کیسے لوٹوں گا۔ صحابہؓ نے کہا اللہ کی رفاقت تجھے نصیب ہو۔ وہ خود تیرا دفاع کرے۔ اور آپ واپس بخیریت ہم میں آئیں۔[1] یہ سنا تو عبد اللہ بن رواحہ نے یہ شعر پڑھے ؎

لٰکنّنی اَسْئَلُ الرّحمٰنَ مَغْفِرَةً ؛ وَضَربَةً ذاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا
اَوْ طَعْنَةً بِیَدَیْ حرّان مُجْهِزَةً ؛ بِحَربَةٍ تُنْفِذُ الاحشاءَ والکَبِدا
حتّی یقولوا اذا مَرّوا علی جَدَثی ؛ اَرْشَدَكَ اللّٰه من غازٍ وقد رشدا[2]

لیکن میں خدا سے بخشش مانگتا ہوں اور ایسا تلوار کا بھرپور وار جس سے جھاگ دار خون پانی کی طرح بہے۔ یا نیزہ کا ایسا وار نصیب ہو جو جگر اور آنتوں کے پار ہو۔ اور جب میری قبر کے پاس سے لوگوں کا گزر ہو تو وہ کہیں اللہ اس غازی پر اپنی رحمت نازل کرے۔

حضرت عبد اللہ کی سواری موتہ کی طرف رواں دواں تھی۔ زید بن ارقم یتیم کو انہوں نے پال رکھا تھا وہ ان کے پیچھے سوار تھے کہ عبد اللہ بن رواحہ یہ شعر گنگنانے لگے۔

اذا ادّیتنِی وحَمَلْتِ رَحْلِی ؛ مسیرةَ اربَعٍ بَعْدَ الحِسَاءِ
فشأنكَ اَنْعُمٌ وخلاكَ ذمٌّ ؛ ولا ارجِعُ الی اهْلِی ورائی
وجاءَ المسلمون وغادرونی ؛ بارضِ الشام مشتهیَ الثواءِ[3]

اے میری اونٹنی جب تو نے مجھے میدانی علاقے سے چار دن کے فاصلے پر پہنچا دیا تو تُو نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب میں اپنے اہل و عیال میں لوٹ کر نہ آؤں گا۔ مسلمان آگئے اور مجھے شام کی زمین میں چھوڑ آئے جہاں میں ٹھہرنا چاہتا تھا۔

آہ کیا جذبہ تھا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے فدائیوں میں۔ کیا تصور تھا ان کا۔ وہ زخموں سے خون کی دھار بہنا دیکھنا چاہتے تھے وہ شہادت کے طالب تھے۔ گھر پلٹنے کی دعا نہیں کرتے تھے بلکہ میدانِ جنگ میں ابدی بسیرا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے خون سے اس عہد کو لکھنا چاہتے ہیں جو بیعت عقبہ کے وقت کیا تھا۔ معذور صحابی عمروؓ بن جموح نے بھی اُحد کو آتے وقت یہ دعا کی تھی۔ اللہ لوٹ کر گھر واپس نہ آؤں اور عقبہ ثانیہ کے انصاری

---

[1] اسد الغابہ الجزء الثالث صفحہ ۱۵۸ ۔ [2] اسد الغابہ الجزء الثالث مطبوعہ طہران صفحہ ۱۵۷

نقیب عبد اللہ بن رواحہ بھی یہی گنگناتے ہیں۔ پالے ہوئے یتیم نے جب یہ سنا تو آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہوگیا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے دیکھا تو کہا۔ بے وقوف اللہ مجھے شہادت نصیب کرے تو تو اس پر رنجیدہ ہوتا ہے[1] یہ وہی زید بن ارقم ہیں جنہوں نے یزید کو بھرے دربار میں ٹوکا تھا جب اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر سوٹی لگائی تھی۔ حضرت زید بن ارقم نے کہا تھا یزید سوٹی پرے ہٹا میں نے ان لبوں پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔

یہ تھے وہ انصار جو تقدیر کی انگلی کو دیکھتے تھے۔ ان کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انہیں یہ علم ہوگیا تھا کہ اللہ انہیں شہادت نصیب کرے گا۔ ان کی یہ نیک خواہش پوری ہوگی۔

اسلامی لشکر آگے بڑھا اور معان جگہ ڈیرے ڈال دیئے۔ ہرقل کا لشکر جرار جس کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر تھی بلقاء کے علاقہ میں مآب مقام پر خیمہ زن ہوا مسلمان دو دن غور و فکر کرتے رہے کہ کیوں نہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دشمن کی تعداد کا لکھ کر استفسار کیا جائے ممکن ہے حضور کمک روانہ فرمائیں یا آگے بڑھنے کا حکم دیں۔ اس پر عبد اللہ بن رواحہ نے پُر جوش خطاب کیا اور کہا خدا کی قسم تم اس سے ڈرتے ہو جس کے حصول کے لئے گھروں سے نکلے تھے یعنی شہادت سے۔ ہم نے کبھی بھی دشمن سے کثرت یا اپنی تعداد کی بناء پر جنگ نہیں کی۔ ہم تو اس دین کی خاطر لڑتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں عزت دی ہے۔ آگے بڑھو۔ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی تمہیں ضرور نصیب ہوگی۔ یعنی یا غلبہ نصیب ہوگا یا شہادت۔ لوگوں نے سنا تو یک زبان پکارے۔ عبد اللہ نے سچ کہا۔ چنانچہ موتہ کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا

ایک طرف ایک لاکھ رومی۔ ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس۔ اپنی طاقت پر اپنی زمین پر نازاں۔ دوسری جانب وطن سے دُور تین ہزار فدائی۔ محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ۔ ایمان، خلوص اور فدائیت کے مجسمے۔ جنگ شروع ہوئی تو زید بن حارثہ امیر لشکر بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا تھاما تو گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر میدان جنگ میں اترے۔ دونوں ہاتھ کٹوائے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ان کا ذکر رسالہ انصار اللہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اب عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ تو یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ؎

یا نفس إلّا تُقتَلی تموتی ❊ هذا حیاض الموتِ قد صلیتِ
وما تمنّیتِ فقد لقیتِ ❊ إن تفعلی فعلهما هُدیتِ

---

[1] اسد الغابۃ الجزء الثالث صـ۱۵۸

وان تاخرت فقد شقیت

اے نفس تو قتل نہ کیا گیا تو پھر بھی مرے گا۔ یہ موت کا تالاب ہے جس میں تو داخل ہو گیا ہے۔ جو تو نے چاہا تھا وہ تجھے مل گیا۔ اگر تو اپنے دونوں پیش روؤں کے نقش قدم پر چلا یعنی زید اور جعفر کے تو تو کامیاب ہو گیا اور اگر پیچھے ہٹ گیا تو بدبختی تیرے شامل ہو گی۔

پھر نفس کو مخاطب ہو کر اپنی بیوی کا نام لے کر کہا تو اس کا مشتاق ہے وہ آج سے آزاد۔ پھر اپنے بچوں کا نام لے لے کر کہا وہ آزاد۔ باقی ہیں گھر بار اور جائداد۔ وہ اللہ اور رسول کی ہے۔ پھر کہا۔

یا نفس مالک تکرهین الجنة - اقسم بالله لتنزلنه - طائعة او لتکرهنه
فطالما قد کنت مطمئنة - هل انت الا نطفة فی شنة [2]

اے نفس تجھے کیا ہوا کہ جنت سے بدکتا ہے۔ اللہ کی قسم تو اس میں چار و ناچار جائے گا۔ تو نے لمبا عرصہ آرام اور اطمینان کیا۔ تو ہے کیا نطفہ کی ایک معمولی حقیر مخلوق۔

یہ میدان میں اترے تو ان کے چچا زاد نے گوشت کا بھنا ہوا ٹکڑا دیا کہ اس سے ذرا توانائی نصیب ہو گی۔ یہ دانتوں سے اسے نوچنے لگے۔ پھر میدان جنگ کی ایک طرف سے شور سنا تو کہنے لگے۔ عبداللہ تو ابھی دنیا میں ہے؟ گوشت پھینک دیا تلوار سونت کر آگے بڑھے کمان کو تندی چڑھائی اور لشکر میں گھس گئے۔ نیزہ لگا خون کا فوارہ چھوٹا تو خون ہاتھ پر لے کر منہ پر مل لیا۔ کیا جذبہ تھا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا۔ حزم بن ملحان کے متعلق بھی یہ آتا ہے جب کسی نے پیچھے سے آ کر نیزہ مارا۔ نیزہ پیٹ کے پار ہو گیا تو اپنے خون کا اوک بھر کر منہ پر چھینکا اور کہا۔ فزت و رب الکعبة۔ کعبہ کے خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ وہ تو خدا کے سامنے اس حال میں جانا چاہتے تھے کہ منہ خون سے سرخ ہو اسے کہتے ہیں سرخرو ہونا۔ تبھی تو انہیں آسمان سے سند عطا ہوئی۔

من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم
من قضی نحبه ومنهم من ینتظر۔

مومنوں میں سے ایسے بھی جواں مرد ہیں کہ انہوں نے وہ عہد سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے حق ادا کر دیا اور بعض ابھی اس انتظار میں ہیں کہ کب وقت آئے اور

---

[1] اسد الغابہ الجزء الثالث صفحہ ۱۵۸۔ تھوڑے سے اختلاف سے یہی اشعار تاریخ الامم میں درج ہیں:
[2] اسد الغابہ الجزء الثالث صفحہ ۱۵۹

اور کب وہ جان جانِ آفرین کے سپرد کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔

اللہ نے اپنے برگزیدہ رسول کو ان وفاشعاروں سے جو بیتی اس کا علم عطا فرمایا۔ حضورؐ نے صحابہ کو اکٹھے کر کے سب ماجرا سنایا۔ حضورؐ نے ان کی شہادت کی خبر سنائی اور فرمایا یہ سونے کے تختوں پر بٹھا کر جنت میں لے جائے گئے ہیں۔ پھر لوگوں کو کہا۔ یہ لشکر جب آئے سب ان کے استقبال کے لئے نکلو۔[1] یہ لشکر واپس لوٹا تو بعض نے کہا یہ بھگوڑے ہیں۔ حضورؐ نے سنا تو فرمایا نہیں دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں۔ چنانچہ پھر حضورؐ نے زید کے بیٹے اسامہ کی سرکردگی میں اس کا بدلہ لینے کے لئے لشکر بھیجا جس کا سپہ سالار زید کے بیٹے اسامہ کو بنایا اور اپنے ہاتھ سے ان کے جھنڈے کو گرہ دی۔ اور فرمایا جا اپنے باپ کا بدلہ لے۔

انصار جرنیلو! یہ تھے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعوان و انصار جنہوں نے عشق و وفا کے انمٹ نقش چھوڑے۔ واہِ خدا میں جان دینے کا کوئی سلیقہ ان سے سیکھے۔ یہ ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

یہ جذبۂ شہادت ہے کہ دعا کر کے گھر سے نکلتے ہیں کہ خدایا گھر واپس لوٹ کر نہ آؤں۔ بیوی، بچوں، جائداد کی وقعت ان کی نظروں میں مچھر کے برابر نہیں۔ وہ خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں تو اپنے سرخ خون سے منہ رنگ کر۔ یہ تھے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے انصار۔ اور عبداللہ بن رواحہ توبارہ نقیبوں میں سے تھے جس طرح عیسےٰ علیہ السلام کے بارہ حواری تھے۔ لیکن دونوں کی فدائیت میں فرق ع...

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

؎
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

درخواستِ دعا: محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ دورۂ یورپ پر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کی عدم موجودگی میں محترم مولانا ابوالعطاء صاحب صدر مجلس انصاراللہ ہوں گے احباب محترم صاحبزادہ صاحب کے دورہ کی کامیابی اور بخیریت مراجعت کے لئے دعا فرمائیں۔

---

[1] تاریخ الامم والملوک جز ثانی ص۳۲۳ مطبوعہ مصر

ما آتاکم الرسول فخذوہ

بیم و رجاء

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی شَابٍ وَھُوَ بِالْمَوْتِ فَقَالَ کَیْفَ تَجِدُکَ قَالَ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَرْجُو اللّٰہَ وَ اِنِّیْ اَخَافُ ذُنُوْبِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مَا یَرْجُوْ وَ اٰمَنَہٗ مِمَّا یَخَافُ۔

(ترمذی ابواب الجنائز)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے ہاں گئے۔ وہ نوجوان بستر مرگ پر تھا۔ آپؐ نے اُس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا اے رسولِ خدا۔ مَیں خدا کی رحمت کا بھی امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈرتا بھی ہوں۔ اس پر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس موقعہ پر رحمتِ باری کی امید اور ڈر کسی بندے کے دل میں اگر جمع ہوں تو اللہ تعالےٰ اُس بندے کو وہی دیتا ہے جس کی اسے امید ہو اور اس سے اسے بچا لیتا ہے جس کا اسے خوف ہو۔

اس حدیث سے دو باتیں ظاہر ہیں ایک تو یہ کہ جوانی میں یہ جذبات پیدا ہونے چاہئیں۔ جوانی میں خدا کی رحمت کی امید اور اپنے گناہوں کا خوف انسان کو خدا کے قریب رکھتا ہے۔ جو گناہوں سے ڈرتا ہو وہ اس سے اجتناب بھی کرے گا۔ اور اسکی رحمت کا امیدوار خدا پر حسن ظن رکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ خدا کی رحمت اور مغفرت بے پایاں ہے۔ اسکی وسعت کا اندازہ اس ایک حدیث سے کیجئے۔ رحمتِ باری کو رحیم خدا نے سو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ رحمت کا دنیا میں بھیجا جس کے مظاہر آپ کو اس عالم خاک و گِل میں نظر آتے ہیں۔ اور ننانوے حصے اس کے پاس ہیں اور حدیث میں بھی آیا ہے انا عند ظنِّ عبدی بی کہ میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں پس اسکی بے پایاں رحمت کے ہم امیدوار ہوں۔ لیکن کبھی دلیری بھی گناہ پر نہ ہو۔ گناہ ایک زہر ہے اس کے کھانے پر دلیری موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر آسمان سے آواز آئے کہ میں صرف ایک شخص کو بخشوں گا تو میں امید رکھوں گا کہ شائد میں ہی ہوں اور اگر یہ آواز آئے کہ صرف ایک کو سزا دونگا تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں ہی نہ ہوں۔ اسی لئے کہا گیا ہے الایمان بین الخوف والرجاء۔ ایمان بیم و رجا کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔ ہم آنکھوں میں گناہوں پر ندامت کے آنسو لئے اس کی رحمت کے بھکاری ہوں ؎

—— (کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جائے

"پس تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دینگے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل انکے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے اور وہ اُنکے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اُس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی طیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے اور کیا تم اُس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کریگا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائیگا۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۹ روحانی خزائن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

وَقَدْ كُنْتُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَانَ مَلْجَئِیْ

اور میں اس خدا کے لئے ہو گیا جو میری پناہ ہے۔

وَلَا یُفْلِحُ الْاِنْسَانُ اِلَّا بِصِدْقِهٖ
اور انسان محض صدق سے نجات پاتا ہے۔

وَكُلُّ كَذُوْبٍ لَا مُحَالَةَ یُوْبَقُ
اور ہر ایک دروغگو آخر ہلاک ہوتا ہے۔

وَعِنْدِیْ عُیُوْنٌ جَارِیَاتٌ مِّنَ الْهُدٰی
اور میرے ہاں ہدایت کے چشمے جاری ہیں۔

هَنِیْئًا لِّرَجُلٍ قَدْ دَنَاهَا لِیَسْتَقِیْ
مبارک ہو اس شخص کو جو ان کے قریب ہوا وہ پانی لے۔

وَلِیْ قِرْبَةٌ شُدَّ عَلَیَّ عِصَامُهَا
اور میری ایک مشک ہے جس کا بند میرے پر مضبوط کیا گیا ہے

لِاُرْوِیَ اَقْوَامًا بِمَاءٍ اَغْدَقِ
تا کہ میں اقوام کو اس کثیر پانی سے سیر کروں

فَمَنْ یَّاْتِنِیْ صِدْقًا كَعَطْشَانَ سَاعِیًا
پس جو شخص صدق سے میرے پاس پیاسے کی طرح دوڑتا آئیگا

یَجِدْ كَاهِلِیْ هٰذَا ذَلُوْلًا لِّمُسْتَقِیْ
وہ میرے کندھے کو پانی کے طالب کیلئے جھکا ہوا پائیگا

فَقُمْ شَاهِدًا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتَ خَاشِعًا
پس اگر تو خدا کے لئے خشوع و خضوع رکھتا ہے تو شاہد بنکر کھڑا ہو جا

وَاَكْرَمُ نَاسٍ عِنْدَهٗ فَاتِكٌ تَقِیْ
اور خدا کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو دلیر اور متقی ہے

وَقَدْ كُنْتُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَانَ مَلْجَئِیْ
اور میں اس خدا کے لئے ہو گیا جو میری پناہ ہے۔

وَذَالِكَ سِرٌّ بَیْنَ رُوْحِیْ وَمُرْتَقِیْ
اور یہ راز میری روح اور قسمت یادگاہ میں ہے۔

رَاَیْتُ وُجُوْهًا ثُمَّ اٰثَرْتُ وَجْهَهٗ
میں نے مختلف چہرے دیکھے اور پھر اس کا چہرہ اختیار کر لیا

فَوَاهًا لَّهٗ وَلِوَجْهِهِ الْمُتَاَلِّقِ
پس کیا ہی اچھا وہ ہے اور کیا ہی اس کا چمکتا چہرہ ہے۔

اُحِبُّ بِرُوْحِیْ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی
وَاِنِّیْ لَاَوَّلُ مَنْ نَّوٰی كُلَّ مُلْزَقِ

میں اپنی روح سے اس سے محبت رکھتا ہوں جو دانے اور گٹھلی میں روئیدگی پیدا کرتا ہے اور میں پہلا شخص ہوں جس نے ہر ایک پیوستہ کو چھوڑ دیا۔

وَلِلّٰهِ اَسْرَارٌ بِعَاشِقِ وَجْهِهٖ
اور خدا کے اس کے چہرہ کے عاشق کے ساتھ بھید ہیں۔

فَسَلْ مَنْ یُّشَاهِدُ بَعْضَ هٰذَا التَّعَلُّقِ
پس پوچھ اس شخص سے جو اس تعلق کو دیکھنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

عاشق آں باشد کہ او گم از خود است

— (عاشق وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو بھول جائے۔) —

عاشق آں باشد کہ او گم از خود ست
عاشق وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو بھول جائے

در طریقِ عشق خود بینی بدست
طریقِ عشق میں اپنے آپکو کچھ سمجھنا نہایت بُرا ہے

عشق مے خواہد کلامِ یار را
عشق تو دوست کے کلام کو چاہتا ہے

رَو بہ پرس از عاشق ایں اسرار را
جا اور عاشق سے اس راز کو پوچھ

دل نمے گیرد تسلّی جز خدا
خدا کے بغیر انسان کا دل تسلّی نہیں پاتا

ایں چنیں افتاد فطرت ز ابتدا
ابتدا سے آدمی کی یہی فطرت ہے.

دل ندارد صبر از قولِ نگار
معشوق کے کلام کے سوا دل کو صبر نہیں آتا.

کاشتند ایں تخم از آغازِ کار
ازل سے خدا نے یہ بیج اسکی فطرت میں بو دیا ہے

آنکہ انساں را چنیں فطرت بداد
وہ خدا جس نے انسان کو ایسی فطرت دی

چوں کمالِ فطرتش دادے بباد
وہ کس طرح اس کی فطرت کے ہر کمال کو برباد کر دیتا

کارِ حق کے از بشر گردد ادا
خدا کا کام انسان سے کیونکر ادا ہو سکتا ہے

کے شود از کرمکے کارِ خدا
ایک کیڑے سے خدائی کام کب ہو سکتے ہیں

ما ہمہ جہلیم داد داناے راز
ہم سب جہل محض ہیں اور وہی عارف اسرار ہے

ما ہمہ کوریم و اورا دیدہ باز
ہم سب اندھے ہیں اور وہی ایک بینا ہے.

با خدا ہم دعوئے فرزانگی
خدا سے مقابل عقلمندی کا دعوے کرنا

سخت جہل است و رگِ دیوانگی
سخت جہالت اور دیوانہ پن ہے.

تافتن رو از خورِ تاباں کہ من
خود برآرم روشنی از خویشتن
روشن سورج سے منہ پھیر لینا اس خیال سے کہ میں اپنے اندر سے آپ ہی روشنی نکال لوں گا۔

عالمے را کور کرد است ایں خیال
اس خیال نے ایک دنیا کو اندھا اور برباد کر دیا ہے

سرنگوں افگند در چاہِ ضلال
اور انہیں گمراہی کے کنوئیں میں ڈال دیا ہے

محبوبِ کبریا کی شجاعت

—— از ایڈیٹر ——

شجاعت کا وصف

شجاعت کا وصف اعلیٰ ترین انسانی جوہر ہے۔ یہ ایک بنیادی وصف ہے۔ عزم و استقلال، حق گوئی اور راست گفتاری یہ تمام وصف اسی کی فرع ہیں شجاعت کے نتیجہ میں یہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ خدا کے رسول محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ حضرت انسؓ چھوٹی عمر میں حضورؐ کی صحبت میں آگئے تھے اور بطور خادم کے آپ کے ساتھ رہے۔ وہ ایک ذہین نوجوان تھے حضورؐ کی سیرت کے بارے میں انہوں نے بہت ٹھوس باتیں کہی ہیں۔ انہوں نے حضورؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے ایک بار کہا، حضورؐ سب سے اچھے، سب سے سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے۔

مخالفت کی برداشت

مخالفین کی مخالفت کے سامنے کوہِ ثبات بن کر ڈٹ جانا، ہر قسم کی سختی اور ظلم کو برداشت کرنا لیکن اپنے مقصد کو ترک نہ کرنا یہ بھی شجاعت ہے۔ مکی زندگی میں حضورؐ کی ذات پر، آپ کے خاندان پر، آپ کے صحابہؓ پر کونسا ظلم نہیں توڑا گیا۔ مصائب کی چکی میں طرح طرح سے آپ کو پیسا گیا۔ لالچ دیا گیا۔ دھمکیاں دی گئیں۔ آوازے کسے گئے۔ اڑہائی سال بائیکاٹ کیا گیا لیکن خدا کے دلیر بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات میں ذرا لغزش پیدا نہ ہوئی۔ اگر خدا تعالےٰ نے یہ خُلق اکمل طور پر آپؐ کو نہ دیا ہوتا تو تن تنہا جان وحشی عرب کے سامنے کیسے ڈٹ سکتے تھے اگر انسان شجاع نہ ہو۔ اعصاب مضبوط نہ ہوں تو جلد آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ جلد انتقام پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آپؐ صحابہؓ کو پٹتے دیکھتے لیکن صبر کی تلقین کرتے۔ آپؐ نے خود سختیاں برداشت کیں۔ صحابہؓ کے تلملانے پر بھی فرمایا۔ مجھے لڑنے کی اجازت نہیں۔ صبر کرو اللہ کی تقدیر پوری ہو کر رہے گی۔ اور جب اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو ان پر غالب کر دیا تو پھر یہ بھی آپؐ کی دلیری تھی کہ آپؐ نے ان تمام ظالموں کو معاف کر دیا اور کوئی انتقام نہ لیا۔ بہادر

ہی یہ نمونہ دکھا سکتا ہے۔ دلیر سے ہی اس سلوک اور حوصلہ کی امید کی جاسکتی ہے۔

سب سے زیادہ شجاع

صحابہؓ بیان کرتے ہیں جنگ میں سب سے زیادہ گھمسان کا رَن آپؐ کے گرد پڑتا تھا اس لئے سب سے زیادہ شجاع وہ ہوتا تھا جو آپؐ کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔ دشمن کی صفوں کے سب سے زیادہ قریب آپؐ ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ مرکز لشکر پر ہی اصل دباؤ ہوتا ہے۔ براءؓ کہتے ہیں کہ ہم جنگ میں پناہ بھی آپؐ کی ہی لیتے تھے۔ اس سے وہ حدیث بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ امام ایک ڈھال ہوتا ہے جس کے پیچھے ہو کر لڑا جاتا ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں مدینہ میں ایک بار کچھ خطرہ تھا۔ ایک رات جو دُور سے شور اٹھا ہمارا خیال گیا کہ فلاں طرف سے لشکر کشی ہوئی ہے۔ ابھی ہم لوگ تیاری ہی کر رہے تھے کہ خبر لائیں کیا معاملہ ہے لیکن جب باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابوطلحہؓ کے مندوب نامی گھوڑے پر بغیر زین کے سوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ ہمیں دیکھا تو فرمایا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اور فرمایا یہ گھوڑا تو بہت تیز ہے۔ یہ بھی آپؐ کا اعجاز تھا۔ حالانکہ گھوڑا چلنے میں اڑتا تھا۔ اب دیکھیئے قائد قوم خطرہ کے وقت سب سے آگے ہے۔ سب سے پہلے گھر سے باہر آئے۔ اور بغیر ایک لمحہ ضائع کئے چل پڑے۔ زین کسنے کا تکلف بھی گوارا نہ کیا۔ اور پھر دشمن کا حال معلوم کر کے لوگوں کے گھروں سے نکلنے سے پیشتر واپس تشریف لا رہے ہیں۔

۳ھ میں حضورؐ کو علم ہوا کہ غطفان قبیلہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے ان کا رئیس دعثور تھا۔ اس کے ساتھ ساڑھے چار سو آدمی تھے۔ حضورؐ ان کی سرکوبی کے لئے نکلے۔ تو یہ پہاڑوں میں جا چھپے۔ اس غزوہ میں ایک بار دوپہر کے آرام کے لئے حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ مختلف درختوں کے سائے میں ہو گئے۔ حضورؐ کے کپڑے پسینہ سے تر ہو رہے تھے۔ حضورؐ نے پسینہ سکھانے کے لئے کپڑے اتار دیئے اور درخت کے نیچے لیٹ گئے اور اپنی تلوار بھی درخت سے لٹکا دی۔ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دعثور تلوار سونتے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے آپ مجھ سے ڈرتے ہیں یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا پھر اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ۔ یہ پُر رعب کلمہ سنکر وہ کانپنے لگا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ کو بلایا تلوار آپؐ کے ہاتھ میں تھی اور دعثور بیٹھا تھا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو سارا واقعہ بتلایا اور دعثور سے پوچھا اب تم کو کون بچا سکتا ہے۔ اس نے کہا آپ ہی رحم فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ چلے جاؤ اور اسے کوئی سزا نہ دی۔ اس حسن سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ بھی مسلمان ہو گیا اور اپنی

قوم کو بھی اس نے اسلام کی دعوت دی۔ اس واقعہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا اندازہ کیجئے تلوار سونت کر دشمن پوچھتا ہے مجھ سے ڈرتے ہو کہ نہیں جواب ملتا ہے نہیں۔ یہ جواب وہی دے سکتا ہے جو شجاعت کا وصف اعلےٰ طور پر اپنے اندر رکھتا ہو اور سمجھتا ہو کہ میرا خدا سچے وعدوں والا ہے۔ پھر وہ پوچھتا ہے اب کون آپ کو مجھ سے بچا سکتا ہے۔ تو اللہ والا یہ جواب دیتا ہے۔ اللہ۔ شجاع وہی ہے جو موت سے نہیں ڈرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ موت خدا کے اختیار میں ہے کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔

اُحد کے موقعہ پر شجاعت کا اظہار

جنگ اُحد کا واقعہ ہے حضور جنگ سے پہلے خواب میں دیکھ چکے تھے کہ آپؐ کے کسی عزیز کا نقصان ہوگا یا آپؐ کی ذات کو گزند پہنچے گا۔ اور کچھ صحابی بھی شہید ہوں گے۔ اور یہ بھی خواب میں دکھایا جا چکا تھا کہ مدینہ میں آپؐ کا لشکر محفوظ ہوگا۔ بایں ہمہ آپؐ منشاء الٰہی کے ماتحت صحابہ سے مشورہ کرتے ہیں۔ نوجوان صحابہ جوش و اخلاص میں مدینہ سے باہر لڑنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حضور ہتھیار پہن لیتے ہیں۔ اب نوجوان صحابہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ اور وہ معذرت خواہ تھے۔ لیکن خدا کا نبی فرماتا ہے۔ نبی ہتھیار پہن کر پھر اتارتا نہیں۔ یہ تھی آپؐ کی بے مثال شجاعت اور یہی زندہ قوموں کا شیوہ ہونا چاہیئے۔ کہ جب عزم کرلیں تو پھر تذبذب کیسا۔

اس جنگ میں جیسا کہ آپ کو پہلے اطلاع مل چکی تھی آپؐ زخمی ہوئے۔ چہرہ مبارک لہولہان تھا۔ ابی بن خلف۔ ایک کافر مدت سے تیاری کر رہا تھا اس نے ایک گھوڑا پالا ہی اس لئے تھا اس کو روزانہ جوار کھلاتا کہ اس پر چڑھ کر محمدؐ کو قتل کروں گا۔ اس بدبخت کی نظر جب حضور پر پڑی تو گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے آیا اور یہ نعرہ لگایا اگر محمدؐ بچ جائیں تو میری زندگی پھر عبث ہے۔ صحابہؓ نے یہ دیکھا تو حضور اور اس کے درمیان حائل ہونا چاہا۔ حضورؐ نے فرمایا ہٹ جاؤ اسے آنے دو اور میرے زخمی آقا نے جن کے زخم سے ابھی خون برس رہا تھا نیزہ تھام کر اس کی گردن پر ہلکا سا وار کیا وہ چنگھاڑتا ہوا واپس ہوا۔ کسی نے کہا بھی معمولی زخم ہے۔ کیا چیختا اور واویلا کرتا ہے اس نے کہا زخم محمدؐ کا لگایا ہوا ہے۔

پھر اسی اُحد میں حضورؐ کی آپ کی شجاعت دیکھی جائے پیارے زخمی اور شہید صحابہؓ اور وہاں بہادر چچا حمزہؓ جن کی لاش بھی مسخ کی گئی تھی۔ میدان جنگ میں پڑے دیکھے لیکن وہ کلیجہ والا نبی زبان پر ایک بھی ایسا کلمہ نہ لایا جس سے جزع فزع کا اظہار ہوتا ہو۔

ایک بار آپؐ کی ایک جنگ میں انگلی زخمی ہوگئی۔ انگلی سے خون بہتا تھا اور آپؐ فرماتے تھے۔
هل انت الا اصبع دميت ولكن في سبيل الله ما لقيت۔ کیا ہوا تو ایک انگلی ہی تو ہے جس سے خون بہہ رہا ہے۔ اور یہ کیا کم مسرت کا موجب ہے کہ راہِ خدا میں خون آلود ہوئی ہے۔

جنگِ حنین میں اکیلے میدان میں

آٹھ ہجری میں جب فتح مکہ کے بعد ہوازن قبیلہ کی تیر اندازی سے بارہ ہزار لشکر میں بھگدڑ مچ گئی تھی ایسی بھگدڑ کہ سواروں کی لگامیں کھینچ کر سوار ان کی گردنیں دوہری کر رہے تھے۔ لیکن بدکی ہوئی سواریاں میدان کی طرف منہ نہ کرتی تھیں۔ کون میدان میں خچر پر سوار ایڑ لگا کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اور زبان سے یہ کہہ رہا تھا کہ

انا النبی لا کذب ؛ انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبد المطلب کے خاندان کا چشم و چراغ ہوں بزدل نہیں ہوں۔
یہ تھے میرے پیارے آقا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ تھی ان کی شجاعت اور اس شجاعت کی بدولت پھر صحابہؓ حضرت عباسؓ کی آواز پہ جمع ہو گئے تھے۔

موت کو خوش آمدید کہا

بعض لوگ زبانی تو شجاعت کے دعوے کرتے ہیں لیکن جب وقت پڑتا ہے تو اوسان اور ہوش و حواس خطا ہو جاتے ہیں جب موت سامنے کھڑی ہوتی ہے تو وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتے۔ بڑے بڑے بہادروں کے موت کے تصور سے ہی پتے پانی ہو جاتے ہیں۔ میرے آقا کو آسمانی آقا نے کہا تیرا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب چاہو تو اور یہاں رہ لو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ یعنی "موت" کو اختیار کر لو۔ لاکھوں جانثار فدائی آپ کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ خدمت گار اور وفا شعار بیویاں موجود تھیں۔ لیکن اس دلیروں کے دلیر میرے آقا نے زندگی کو نہیں موت کو ترجیح دی۔ خدا کے پاس جانے کو پسند کیا۔ کیا جو شجاع نہیں وہ موت کو اختیار کر سکتا ہے۔ حضورؐ ایک دن صحابہؓ میں تشریف فرما تھے فرمایا ایک دن ایسا آئے گا تم سیلاب کے اوپر خس و خاشاک کی طرح ہو جاؤ گے۔ لہریں جدھر چاہیں لے جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس دن تھوڑے ہوں گے فرمایا نہیں تھوڑے تو نہیں ہوگے لیکن تمہارے اندر "وہن" پیدا ہو جائیگا وہن کے لفظی معنی کمزوری کے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہن کیا ہوتا ہے۔ فرمایا دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا۔ سچ ہے دلیر ایک دفعہ ہی مرتا ہے اور بزدل ہر روز مرتا ہے ؎ کاشر نقش ہر روز دیوار ہو جائے ؛ جیسے جینے سے مرنے کیلئے تیار ہو جائے

"گالیاں سُنکر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو"

مکرم میاں غلام رسول صاحب اعوان ڈیرہ غازیخان

انسان کو اللہ تعالےٰ نے دوسری مخلوقات پر بزرگی بخشی ہے۔ اس کی شرف کا باعث علّمہ البیان ہے۔ وہ اپنے دل کے خیالات اور جذبات کا اظہار زبان سے کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُس کو کائنات پر فرمانروائی حاصل ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ انسان پر بہت سی مصیبتیں اس کی زبان ہی کی وجہ سے آتی ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ احفظ لسانک کیونکہ زیادہ تر بلائیں انسان پر زبان کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں۔ البلاء موکل با لمنطق۔ حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بیشتر جھگڑے اور لڑائیاں زبان کی لغزش کی وجہ سے ہوتی ہیں اور یہی لغزش بیشمار فتنوں کا باعث بن جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ تلوار کا زخم مندمل ہو جاتا ہے مگر زبان کا زخم مندمل نہیں ہوتا۔ یہ دل پر لگتا ہے اور ہمیشہ ہرا رہتا ہے۔ اس لئے سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہی زبان ہی تو ہے جس کی لغزش کی وجہ سے لوگ اوندھے منہ جہنم میں گرائے جائیں گے (حدیث) حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو وہی اُس کی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے حضرت رابعہ بصری عارفہ تھیں کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو سنکر اور اُس نصیحت کو اہم جان کر اپنے لفظوں میں گفتگو کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ آپ قرآنی آیات کے سوا کوئی اور کلمہ زبان سے نہ نکالتی تھیں۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن مبارک نے اُس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ کیا آپ نے یہ آیت قرآن میں نہیں پڑھی۔ مَا يلفظ من قولٍ اِلاَّ لديه رقيبٌ عتيد کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے الفاظ کو ریکارڈ کرنے والی اور نگران گارد ہر وقت متعین ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر زبان پر قابو رکھا جائے اور کوئی ناروا اور دلآزار بات منہ سے نہ نکالی جائے تو انسان امن میں رہتا ہے۔ مشہور ہے کہ پاؤں کی لغزش سے زبان کی لغزش زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ زبان کی چھری سے جو زخم لگتا ہے وہ زیادہ گہرا ہوتا ہے اور آسانی سے نہیں مٹتا۔ انسان اس کو برسوں اپنے دل میں پالتا رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم زبانوں پر حکمرانی کرو ایسا نہ ہو کہ زبانیں تم پر حکمرانی کریں۔ اور منہ سے اناپ شناپ بولتے رہو۔

نفسیات کی رو سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان اپنی زبان سے درشت کلمات اس وقت نکالتا ہے جب اس کو کسی پر غصہ آتا ہے۔ غصہ کی وجہ چاہے کچھ ہو وہ اپنی زبان سے غصہ کا اظہار کر کے انتقام لینا چاہتا ہے اور اس سے اپنے نفس کو تسکین دیتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتا کہ میں اس جوابی کارروائی سے کتنا عظیم نقصان برداشت کر رہا ہوں اور اس کے نتائج کتنے دور رس ہوں گے اور نہ جانے کتنے جھگڑوں اور فساد کا باعث ہوں گے۔ اگر وہ تحمل اور بردباری سے کام لیتا۔ ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرتا اور خاموشی اختیار کر لیتا تو کتنی زحمتوں سے بچ جاتا۔

پس عفوو درگذر کی صفت کو انسان اگر اپنے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے اور ہر اس معاملہ کو جو اپنے مفاد یا وقار کے خلاف دیکھے صبر کر کے برداشت کر لے اور اپنے منہ سے کوئی ناشائستہ کلمہ نہ نکالے اور معاملہ حوالہ بخدا کر دے تو نہ صرف خدا تعالےٰ کے ہاں اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے گا بلکہ لوگوں کی نظر میں بھی اس کا وقار بلند ہو جائے گا۔ کیونکہ جس وقار کی بحالی کے لئے وہ اپنی زبان کو کھولتا ہے وہ اس سے بحال نہیں ہوتا بلکہ درشت زبان استعمال کر کے الٹا ذلیل ہو جاتا ہے۔ پس عفوو درگذر یا دوسروں کی چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں سے اغماض کرنا بے عزتی نہیں بلکہ عین عزت و شرف ہے۔ یہ صفت اللہ تعالےٰ کو بہت پسند ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بار حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے پوچھا کہ اے میرے پروردگار مجھے بتا کہ انسانوں میں سے تجھے کونسا آدمی زیادہ پسند ہے۔ فرمایا وہی جو انتقام کی طاقت رکھتے ہوئے معاف کر دے۔ پس عفو و درگذر اللہ تعالےٰ کی ایک عظیم صفت ہے اور اگر بندہ اس صفت پر عمل کر کے اپنی زبان قابو میں رکھے اور انتقام نہ لے تو اللہ تعالےٰ کا مقرب بن جائے۔ انسان دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرے۔ مگر اس کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں ہیں اور ایک بہت بڑی روک زبان کا ناجائز استعمال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی صبح کو تو ایماندار ہوگا اور شام کو کافر۔ اور شام کو ایماندار ہوگا تو صبح کو کافر۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ مسلمان کے کفر کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کی زبان سے چند ایسے کلمے نکل جائیں گے جو اسے کافر بنا دیں گے اور اس کے سارے اعمال کو ضائع کر دیں گے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نکتہ نواز ہے اسی طرح نکتہ گیر بھی ہے۔ ایک ناروا اور گستاخی کا کلمہ نکالنے سے اللہ تعالےٰ انسان کے تمام عمل ضائع کر دیتا ہے۔ اور پھر اس کی ناراضگی سے اسے کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھی ہیں۔ ایک عورت نے دریافت کیا کہ حضور اس کا سبب کیا ہے۔ فرمایا عورتیں اپنی بدزبانی کی وجہ سے جہنم میں زیادہ جائیں گی۔ کیونکہ وہ اپنے خاوندوں کے احسانات کی ناشکری کرتی ہیں اور جب بھی کوئی بات ہو تو کہہ دیتی ہیں کہ میں نے کبھی تیرے گھر میں سکھ نہیں پایا۔ حالانکہ اس کے خاوند نے اس

کو خوش رکھنے میں کوئی دقیقہ بھی اٹھا نہ رکھا۔

غرض زبان اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک زبردست احسان ہے اور اسی سے ہی اس کا شرف ہے۔ اسی زبان سے ہی اللہ تعالیٰ کی سپاس گزاری کرکے اس کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے لیکن اسی زبان کی وجہ سے وہ موردِ عذاب بھی بن جاتا ہے اور ناپسندیدہ کلمہ کے سبب اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص دو اعضاء کو اپنے قابو میں رکھے گا میں اس کی جنت کا ضامن ہوں ان میں سے ایک زبان ہے۔

پس ہم لوگوں کو اس بارے میں خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں زبان کی لغزش ہمارے لئے مصیبت کا باعث نہ بن جائے۔ جب کبھی نفس کی طرف سے غصہ کی آگ بھڑکے اور زبان سے اس کا اظہار کرنا پڑے تو ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ کہیں یہ عمل ہمیں اللہ تعالیٰ کے عتاب کا مورد نہ بنا دے۔ زبان کو قابو میں رکھو۔ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔ پانی پی کر غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کرو۔ اس مقام کو چھوڑ دو۔ استغفار پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد چاہو۔ اگر غصہ کے وقت زبان کھولی گئی تو حالات بگڑ جائیں گے۔ اور ان کی اصلاح مشکل سے ہو سکے گی۔ کیونکہ جب غصہ آتا ہے تو عقل رفوچکر ہو جاتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ خاموشی سے پیدا ہونے والی خرابی کا تدارک تو آسان ہے۔ لیکن گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا ازالہ مشکل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں کہ خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔ لیکن ہماری روحانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی زبان کی لغزش ہے جس کا ارتکاب ہم سے بار بار ہوتا ہے۔ اگر ہم نے احمدیت میں داخل ہو کر اپنی اصلاح نہ کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کر سکے تو ہم سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا۔ لیکن اس بدی کو دور کرنے کے لئے بہت بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اکثر انسان حالات سے مجبور ہو کر غصہ کے عالم میں زبان درازی کر ہی بیٹھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"... کسی سے جھگڑا نہ کرو۔ زبان بند رکھو۔ گالیاں دینے والے کے پاس سے گزر جاؤ گویا سنا ہی نہیں۔ اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لئے قرآن شریف میں آیا ہے اذا مروا باللغو مروا کراما۔ جس قدر تم اپنا تواضع کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوگا۔"

غرض یہ بات مسلّم ہے کہ انسان غصہ میں ناشائستہ باتوں کے ارتکاب کرنے کے بعد سخت شرمندہ اور نادم ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ روتا ہے اور استغفار بھی کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے۔ کاش ایسے حالات پیدا نہ ہوتے۔ یہ جرم مجھ سے سرزد نہ ہوتا۔ مگر جو بات ایک بار زبان سے نکل جائے وہ واپس نہیں آسکتی اور اپنا اثر دلوں پر چھوڑ جاتی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ کوئی بات ایسی منہ سے نہ نکالو جس کے لئے

بعد میں معذرت کرنی پڑے۔ اگر انسان زبان پر قابو پالے۔ ناشائستہ اور ناروا بات منہ سے نہ نکالے تو خدا کے غضب سے بچ جائے اور اس کا دین اور دنیا بھی سنور جائے۔ کیونکہ اسلام کی نظر میں معزز اور مکرم وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے خلق خدا محفوظ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ:

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

سچ پوچھو تو یہی دین اور اخلاقیات کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(آزادی ضمیر اور رواداری بقیہ ۳۲)

مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول مقبولؐ اور اہل ایمان کو ہدایت فرمائی ہے کہ:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (سورۃ النحل آخری رکوع)

"(اے رسولؐ) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے رب کی راہ کی طرف بلا اور اس طریق سے جو سب سے اچھا ہو ان سے (ان کے اختلافات کے متعلق) بحث کرو"

دین حق دشمنان نے پُر امن طور پر تبلیغ حق کرنے کو جہاد کبیر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا (فرقان ع ۵)۔ "اس (یعنی قرآن) کے ذریعہ سے ان سے جہاد کبیر کر"

قرآن مجید سوشل بائیکاٹ، وسائل رزق کو کسی انسان پر بند کر دینے، کسی کی املاک اور کاروبار کو تباہ کر دینے اور قتل و خونریزی وغیرہ پُر تشدد ذرائع کو اختیار کر کے کسی کا عقیدہ تبدیل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ رب العالمین خدا اور رحمۃ للعالمین رسولؐ کی شان ربوبیت و شان رحمت تو ان وحشیانہ حرکتوں سے بہت بلند و بالا اور پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ... الخ آپؐ اپنے رب کا پیغام لوگوں کو اچھی طرح پہنچا دیں اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں آگے کسی کو ہدایت دینا یا نہ دینا یہ آپؐ کا نہیں خدا کا کام ہے وہ جسے چاہے گا ہدایت دے گا۔ کسی انسان پر زبردستی کوئی عقیدہ مسلط کرنا منشائے خداوندی کے سخت خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (یونس ع ۱۰)۔ "اور اگر اللہ (ہدایت کے معاملہ میں اپنی) مشیت نافذ کرتا تو (جس قدر) لوگ زمین پر موجود ہیں وہ سب کے سب ایمان لے آتے (لیکن خدا بھی مجبور نہیں کرتا) تو کیا تو لوگوں کو اتنا مجبور کر دے گا کہ وہ مومن بن جائیں۔"

اس سے بڑھ کر رواداری، حریت فکر و ضمیر اور مذہبی آزادی کی اور کیا ضمانت ہو سکتی ہے۔

عالمی معاشی تحریکات پر ایک نظر

(مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی ایڈیٹر الفضل نے یہ مضمون تربیتی کلاس ۱۹۷۵ء منعقدہ ربوہ میں پڑھا)

عالمی معاشی تحریکات پر ایک نظر ڈالنے سے قبل تمہید کے طور پر یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ بائیبل، قرآن مجید اور احادیث نبوی کی پیشگوئیوں کی رُو سے آخری زمانہ یعنی بعثتِ مسیح موعود کے زمانہ میں مغرب کی دو عظیم قوموں نے جنہیں یاجوج ماجوج کا نام دیا گیا ہے دنیا پر چھا جانا تھا اور اِس دُنیا کو آگ پر مبنی نت نئی ایجادات اور سراسر مادیت پر مبنی اپنے آتشیں نظریات کے بل پر اِس دنیا کو جہنم زار میں تبدیل کر دینا تھا۔ چنانچہ یہ وہی زمانہ ہے جس میں سے قریباً دو صدیوں سے دنیا گزر رہی ہے اور دو زبردست عالمی طاقتوں یعنی امریکہ اور رُوس کے اتحادیوں نیز روس اور اس کی طفیلی قوموں کے علیحدہ علیحدہ حلقہ ہائے اثر میں دنیا بٹ چکی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو موجودہ دُنیا کا سب سے بڑا اور جان لیوا مرض یہ ہے کہ یہ اِن دو عالمی طاقتوں کی نت نئی فتنہ سامانیوں کا گزشتہ دو صدیوں سے شکار ہوتی چلی آ رہی ہے۔

اپنے وسعت پذیر اور عالمگیر اثر و نفوذ کی وجہ سے ان دو عظیم طاقتوں نے گزشتہ دو صدیوں میں پہلے عالمی پیمانہ پر بگڑی ہوئی عیسائیت اور اس کے سراسر باطل نظریات کو فروغ دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ پھر خود عیسائیت ہی نہیں بلکہ مذہب کو ہی یکسر خیرباد کہہ کر اپنے سراسر مادی اور سامراجی عزائم کو تقویت پہنچانے کے لئے یکے بعد دیگرے دو سراسر لادینی معاشی تحریکات کو عالمی سطح پر نافذ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ نتیجۃً ظلم و جور اور دھونس اور دھاندلی کی ایسی گرم بازاری ہوئی کہ دنیا میں امن مفقود ہو کر رہ گیا۔ اِن میں سے ایک سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کی تحریک تھی اور دوسری اشتراکی نظامِ معیشت کی تحریک۔ کہنے کو یہ دونوں معاشی تحریکات ہیں لیکن اِن کے پیچھے سراسر مادی نقطہ ہائے نظر، سیاسی غلبہ و استیلاء کے دیرینہ خواب اور سراسر سامراجی عزائم کارفرما ہیں۔ یہ دونوں تحریکیں سیاسی عزائم کے پیشِ نظر وقتی ضرورت کے ماتحت مخصوص حالات کے ردِّ عمل کے طور پر معرضِ وجود میں آئیں اور انہوں نے نظامِ معیشت میں افراط و تفریط کی انتہائی افسوسناک مثالیں قائم کر کے دنیا کا امن تہ و بالا کر ڈالا۔ اور عالمی جنگوں کی ایسی طرح ڈالی کہ ان کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا۔ دو نہایت ہی تباہ کن عالمی جنگیں لڑی جا چکی ہیں اور تیسری کا خطرہ بنی نوع انسان کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ بظاہر حالات عالمی جنگوں

کا یہ سلسلہ اُسی وقت ہی ختم ہوتا دکھائی دے رہا ہے کہ ان کے نتیجہ میں پناہ سخواہ یہ دنیا اور اس کا سارا نظام ہی کالعدم ہو جائے یعنی نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ یہ الگ امر ہے کہ خدائی مشیت کے ماتحت ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِن اقوام اور ان کے باطل نظریات اور ان کے رائج کردہ باطل نظاموں کو ناکامی سے دوچار کر کے ان کی جگہ اسلام اور اس کے عادلانہ معاشرتی اور معاشی نظام کو دنیا میں نافذ کرنے اور اُسے دوام بخشنے کا فیصلہ کر رکھا ہے اور اپنے اس فیصلہ کو نافذ کرنے کے لئے وہ اپنی تدبیر خاص کو پہلے ہی بروئے کار لا چکا ہے۔ جو اِن کے پہلو بہ پہلو رفتہ رفتہ ظاہر ہو کر اپنے کمال کو پہنچتی چلی آرہی ہے۔

دورِ جدید کی پہلی عالمی معاشی تحریک

اِس تمہید کے بعد اب ہم اِس زمانہ کی عالمی معاشی تحریکات کی طرف آتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کو دورِ جدید کی پہلی عالمی معاشی تحریک کی حیثیت حاصل ہے۔ اِس ضمن میں پہلا سوال جو طبعاً ذہن میں آتا ہے یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کیوں اور کس طرح وجود میں آیا؟ سو اس ضمن میں یاد رکھنا چاہیئے کہ جب اٹھارویں صدی کے دوران مغرب میں عیسائیت کے خلافِ عقل عقائد سے ایک گونہ بیزاری پیدا ہونی شروع ہوئی تو غیر شعوری طور پر عقلیت اور مادیت کی طرف رجحان پنپنے لگا۔ ہوتے ہوتے مغربی اقوام خالصۃً مادی علوم کی تحصیل میں ایسی منہمک ہوئیں کہ سراسر مادی نقطۂ نظر اُن پر غالب آتا چلا گیا۔ مذہبی اور اخلاقی قیود کی کوئی خاص وقعت باقی نہ رہی۔ وہ معاشی اور معاشرتی ترقی کی راہ میں روک نظر آنے لگیں۔ بالخصوص سائنسی علوم میں ترقی کی بدولت صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، اور ذرائع نقل و حمل میں ایک انقلابِ عظیم رونما ہوئے بغیر نہ رہا۔ اس انقلاب کو صنعتی انقلاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اِس انقلاب کے نتیجہ میں جو نئے حالات رونما ہوئے ان میں دستکار اور صنّاع محض بیکار ہو کر رہ گئے۔ کیونکہ اُن کی جگہ صنعتی مشینوں نے لے لی۔ جگہ جگہ مشینوں کے ذریعہ نہایت وسیع پیمانہ پر ہر قسم کا ساز و سامان تیار کرنے والی عظیم فیکٹریاں اور کارخانے قائم ہو گئے۔ لاکھوں کروڑوں دستکار اور کاریگر اپنے صدیوں پرانے فن اور اس میں مہارت سے ہاتھ دھو بیٹھے اور کارخانوں کے مزدوروں کی حیثیت سے نہایت قلیل اجرتوں پہ گزر اوقات کرنے لگے۔ کارخانوں کے مالک بے اندازہ منافع کمانے کے باعث سرمایہ دار بن بیٹھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ ملکوں کی معیشت اور اس کی باگ ڈور چند گنے چنے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آگئی اور وہ معاشرہ میں سب سے زیادہ با اثر اور طاقتور طبقہ کی صورت اختیار کرتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ بادشاہتیں اور حکومتیں بھی ان کی ثروت کے آگے عاجز آکر ان کے اشاروں پر چلنے لگیں۔

مشینی انقلاب کی وجہ سے کارخانوں میں اس قدر وسیع پیمانہ پر مال تیار ہونے لگا کہ اندرونِ ملک اس کی کھپت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ لامحالہ مال کی کھپت کے لئے منڈیوں کی تلاش شروع ہوئی اور کارخانوں کو چالو رکھنے کی غرض سے خام مال کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ ہونے لگی۔ اسی دوڑ دھوپ کے نتیجہ میں افریقہ اور ایشیا کے غیر ترقی یافتہ ملکوں پر دھاوے بول کر اور انہیں اپنی کالونیاں بنا کر کارخانوں کے لئے حسبِ ضرورت سستے داموں خام مال حاصل کرنے اور ان کے تیار کردہ مال کو زیرنگیں ممالک میں مہنگے داموں فروخت کرنے اور دونوں ہاتھوں سے وہاں کی دولت سمیٹنے کی راہ نکالی گئی۔ اس طرح مغرب میں سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کی بنیاد پڑی۔

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کے بنیادی اصول

ابتداءً سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت جن بنیادی اصولوں پر استوار ہوا اور انیسویں صدی میں بالآخر مغربی قوموں کے سامراجی عزائم کو پورا کرنے کا موجب بنا وہ یہ تھے:۔

پہلا اصول :۔ (ہر قسم کی پابندیوں اور بندشوں سے آزاد معیشت) خالص معاشی اغراض و محرکات کو انسانی جدوجہد کا رُخ متعین کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے یعنی ملکی سیاست کے تقاضے، مذہبی تصورات یا اخلاقی احساسات کو معاشی زندگی پر اثر انداز نہ ہونے دیا جائے۔ مراد یہ کہ کارخانوں اور فیکٹریوں کے مالکان کو پوری پوری آزادی حاصل ہو کہ وہ اپنے سرمایہ سے بلا روک ٹوک زیادہ سے زیادہ نفع کمائیں اور دولت اکٹھی کریں۔

دوسرا اصول :۔ (بے لگام فردی آزادی اور غیر محدود انفرادی ملکیت کا حق) نجی یا ذاتی ملکیت کے حق کو پورا تحفظ حاصل ہونا چاہیئے۔ یعنی ہر شخص کو اس امر کی کامل آزادی ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی کوشش اور محنت سے جتنی چاہے ذاتی ملکیت حاصل کر سکے اور جس طرح چاہے اسے استعمال کر سکے۔ اسے اطمینان ہونا چاہیئے کہ حکومت یا کوئی اور اجتماعی ادارہ سیاسی یا مذہبی مصالح کی بناء پر اسے اس کی ذاتی ملکیت سے نہ تو محروم کر سکے اور نہ اس کے استعمال پر کسی قسم کی قیود و شرائط عائد کر سکے۔ گویا سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کی رُو سے یہ امر تسلیم کیا گیا کہ ملکیت انسان کا ایک ایسا بنیادی حق ہے جس کے ساتھ کوئی اجتماعی ذمہ داری جمع نہیں ہو سکتی۔

تیسرا اصول :۔ (آزاد معاشی مسابقت) آزاد معاشی مسابقت پر کوئی پابندی عائد نہیں ہونی چاہیئے یعنی تجارت اور صنعت و حرفت کے میدان میں ہر فرد یا کسی تجارتی و صنعتی کمپنی کو اس امر کی آزادی حاصل ہے،

کہ اگر وہ چاہے تو دوسرے افراد اور کمپنیوں کے مقابلہ میں بہتر اور سستا مال بازار میں لائے اور اپنے مال کی نکاسی کے لئے ہر طرح کی تدابیر اختیار کرے۔ خواہ دوسرے افراد اور کمپنیوں کو اس کی وجہ سے کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ مقابلہ اور مسابقت کے جذبہ کے بغیر سوسائٹی کی ترقی ناممکن ہے۔ مقابلہ کا شوق ہر شخص کو محنت اور تندہی سے کام کرنے پر مجبور کرتا ہے اور اس کی وجہ سے افراد اور جماعتیں ایک دوسرے سے بہتر نتائج پیدا کرنے کی کوشش میں اپنی صلاحیتوں سے کام لیتی ہیں۔

چوتھا اصول:۔ (پیشہ کے انتخاب کی مکمل آزادی) محنت کش اور مزدور طبقہ کو پیشہ کے انتخاب میں مکمل آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔ یعنی مزدوروں کی ایک صنعت سے دوسری صنعت اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں منتقلی پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ جہاں چاہیں اور جس کے ہاں چاہیں ملازمت کر سکتے ہیں۔ اس اصول کی حیثیت مزدور طبقہ کی برائے نام اشک شوئی سے زیادہ نہ تھی کیونکہ اس کے جواب میں کارخانے دار جب چاہیں مزدوروں کو برطرف کرکے کم اجرتوں پر نئے مزدور بھرتی کر سکتے تھے۔

ان اصولوں پر یکجائی نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کا اصل الاصول یہ ہے کہ دولت کمانے اور دولت جمع کرنے پر کوئی سیاسی یا مذہبی یا اخلاقی پابندی عائد نہ کی جائے، صنعت و تجارت آزاد ہو، سرمایہ کی حرکت اور منتقلی میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے، سرمایہ دار اور مزدور کے باہمی تعلقات کو صرف معاشی اغراض باہمی مفاد اور طلب و رسد کے قانون پر چھوڑ دیا جائے۔ سیاسی یا اخلاقی تقاضے ان تعلقات کی تشکیل و تعیین میں دخل نہ ہونے پائیں ___ ظاہر ہے کہ سرمایہ دار طبقہ کی یہ بے لگام آزادی اس کے لئے ایک شیطانی بہشت سے کم نہ تھی۔ سرمایہ داروں نے جنگل کے درندوں کا روپ دھار لیا تھا۔ اور مزدوروں کی حالت اُن کمزور و بے بس جانوروں سے زیادہ نہ تھی جو جنگل میں رہتے ہوئے خونخوار درندوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اور وہ اسی وقت تک ہی زندہ رہتے ہیں جب تک کہ درندہ اپنی بھوک مٹانے یا ذوقِ خونخواری کو پورا کرنے کی خاطر انہیں چیر پھاڑ نہ ڈالے۔ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں شخصی آزادی کو اس حد تک بے لگام بنا دیا گیا تھا کہ اس نے محنت کش طبقہ کے لئے بلائے بے درماں کی حیثیت اختیار کر لی تھی اور وہ معاشرہ میں فسادِ عظیم برپا کرنے کا موجب بنی ہوئی تھی۔

دورِ جدید کی دوسری عالمی معاشی تحریک

محنت کش طبقہ میں جو یقیناً بہت غالب اکثریت میں تھا سرمایہ داروں اور سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کے خلاف نفرت کے جذبہ کا ابھرنا ایک قدرتی امر تھا۔ چنانچہ اس کے خلاف مزدوروں کا ردِ عمل دن بدن سخت سے سخت تر

ہوتا چلا گیا۔ حکومتوں نے وقتاً فوقتاً مداخلت کر کے سرمایہ داروں پر کچھ قیود عائد کیں اور مزدوروں کو کچھ تحفظات دلوائے لیکن بے لگام شخصی آزادی کے طفیل سرمایہ داروں کی چیرہ دستیاں اور استحصالی کارروائیاں پورے طور پر ختم نہ ہو سکیں۔ بالآخر مزدوروں میں یہ احساس جڑ پکڑتا گیا کہ اس ظلم کا اُس وقت تک سدِّ باب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ حکومت ان کے اپنے ہاتھوں میں نہ ہو اور وہ اپنے دکھوں کا آپ مداوا نہ کریں۔ یہ احساس ہی بالآخر اشتراکی نظامِ معیشت کو جنم دینے کا موجب بنا۔

سرمایہ داروں، حکومت اور مزدوروں کے مابین کشمکش جاری ہی تھی کہ اس دوران کارل مارکس نے مزدوروں کے اِس دبے ہوئے احساس کو کہ ان کے دکھوں کا مداوا اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر ملک میں حکومت ان کے ہاتھ میں نہ ہو باقاعدہ ایک فلسفہ کی شکل دے کر ایک ایسے نظامِ معیشت کا ڈھانچہ پیش کیا جو سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کی ضد تھا جس طرح سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت شخصی آزادی کی ایک ایسی انتہا کا آئینہ دار تھا جس میں محنت کش طبقہ پس رہا تھا اور سرمایہ دار مالدار سے مالدار تر ہو کر لمبے تلوں میں زندگی بسر کر رہے تھے وہاں اِس نئے معاشی فلسفہ نے شخصی آزادی کو یکسر کچل کر اور بظاہر مزدوروں کو حاکم گردان کر معاشی قوتوں کو کنٹرول کرنے کی خاطر اِس درجہ جبر و تشدد پر زور دیا کہ یہ نیا نظامِ معیشت دوسری انتہا کا حامل بنے بغیر نہ رہا۔ کارل مارکس کے نظریات پر مبنی یہ نیا نظامِ معیشت اشتراکیت کے نام سے موسوم ہے اور آجکل روس اور اس کے بہت سے طفیلی ممالک میں رائج ہے۔

اشتراکی نظامِ معیشت کے بنیادی اصول

اشتراکی نظامِ معیشت جن بنیادی اصولوں پر استوار ہے وہ یہ ہیں:-

پہلا اصول:۔ (معیشت میں خالصتہً مادی اقدار کی بالادستی) ہر قسم کی انسانی تگ و تاز اور محنت کا واحد معیار کلیتہً مادی اقدار ہونی چاہئیں اور اس کا مقصدِ وحید اجتماعی معیشت کے فروغ کے سوا اور کسی چیز کو تسلیم نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے مذہب کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کر ہر قسم کی مذہبی روحانی اور اخلاقی اقدار کا خاتمہ ضروری ہے۔ افراد کی ہر ایسی جدوجہد جو اجتماعی معیشت کے فروغ پر منتج نہ ہو اس کے کلّی استیصال کے سوا چارہ نہیں۔

دوسرا اصول:۔ (ذرائع دولت پر محنت کشوں کا مکمل اجتماعی کنٹرول) دولت پیدا کرنے کے ذرائع افراد کی بجائے بحیثیت مجموعی پوری قوم کے تصرف میں ہونے چاہئیں۔

تیسرا اصول:۔ (انفرادی ملکیت کی مکمل نفی اور مکمل معاشی مساوات کا قیام) انفرادی ملکیت کو یک قلم

موقوف کر کے ہر شخص سے اُس کی استعداد اور صلاحیت کی آخری حد تک کام لیا جائے اور معاوضہ اسے محض اُس کی اصل معاشی ضرورت کے مطابق دیا جائے تاکہ فاضل دولت اجتماعی مفاد پر خرچ ہو سکے۔ اِس طرح بلحاظ معیشت اختلافِ درجات کو مٹا کر مکمل معاشی مساوات رائج کی جائے۔

چوتھا اصول:- (حکومت پر بالجبر قبضہ اور جبراً معاشی مساوات کا قیام) مزدور طبقہ کو متحد و منظم اور مسلح ہو کر خونین انقلاب کے ذریعہ حکومت پر قبضہ کر کے سرمایہ دار طبقہ کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینا چاہیئے اور اشتراکیت کے مادی نظریۂ حیات اور نظامِ معیشت کو بالجبر نافذ کر کے ذرائع پیداوار پر قبضہ جما لینا چاہیئے۔ ہر شہری کو اس کی استعداد اور صلاحیت کی آخری حد تک کام کرنے اور محض معاشی ضرورت کے مطابق معاوضہ وصول کرنے پر مجبور کر دینا چاہیئے اور اس طرح معاشی مساوات قائم کر کے غیر طبقاتی سوسائٹی معرضِ وجود میں لانی چاہیئے۔

پانچواں اصول:- (تشدد کے بل پر ساری دنیا میں اشتراکیت کا نفاذ) ساری دُنیا کے مزدوروں یعنی پرولتاری طبقہ کو متحد اور منظم کر کے ہر ملک اور ہر خطہ میں اشتراکی نظامِ معیشت کو رائج کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھنی چاہیئے۔

اشتراکی نظامِ معیشت کے ان بنیادی اصولوں سے ظاہر ہے کہ جہاں سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت مذہبی اور اخلاقی قیود سے مبرا ہونے اور بے لگام شخصی آزادی روا رکھنے کی وجہ سے ایک انتہا کا آئینہ دار ہے۔ وہاں اشتراکی نظامِ معیشت مذہبی، روحانی اور اخلاقی اقدار کا دشمن ہوتے، شخصی آزادی کو کلیۃً کچل ڈالنے اور انتہائی قسم کا جبر روا رکھنے کے سبب دوسری انتہا کا حامل ہے۔ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں سرمایہ دار طبقہ نے درندوں کا رُوپ دھار کر محنت کش عوام کو اُن کمزور جانوروں میں تبدیل کر دکھایا تھا جنہیں درندے جب چاہیں اپنا شکار بنا کر چیر پھاڑ ڈالتے ہیں۔ وہاں اشتراکیت نے پرولتاری حکومت کو جملہ ذرائع پیداوار کا بلا شرکت غیرے مالک و مختار بنا کر اور شخصی ملکیت کو یکسر کالعدم کر کے اشتراکی حکومت کو انفرادی سرمایہ داروں کے مقابلہ میں ہزاروں اور لاکھوں گنا بڑے مہا سرمایہ دار کی حیثیت دے دی۔

سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں نظام ہائے معیشت نے جو کچھ بھی کیا انسانوں کو انسانیت کے مقام سے گرا کر علی الترتیب جانوروں اور مشین کے کل پرزوں میں تبدیل کر دکھایا ایک نے دولت کے انبار تو لگائے لیکن انسانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر اور انہیں ایک دوسرے کا محتاج بنا کر بھوکا رہنے پر مجبور کیا۔ دوسرے نے انسانوں کے پیٹ تو بھرے لیکن انہیں شخصی آزادی سے محروم کر کے جبر کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھ دیا۔ یورپی اقوام نے سرمایہ داری نظام کے بل پر دوسری قوموں اور ملکوں کو اپنا غلام بنا کر سامراجی عزائم کو پورا کیا۔ اسی طرح روس اشتراکی نظام کے ذریعہ دوسری قوموں کو پیٹ کا بھکاری بنا کر انہیں اپنا مطیع و منقاد بنانے میں سرمایہ دار اقوام سے پیچھے نہیں بلکہ دو قدم آگے ہی ہے۔ کہنے کو سامراجیت کے دونوں ہی مخالف ہیں لیکن ہیں اپنی اپنی جگہ سامراجیت کے ایک دوسرے سے بڑھ کر سب سے بڑے

علمبردار مغرب کے سرمایہ دار ملکوں نے جہاں افریقہ اور ایشیا کی پسماندہ اقوام کو پہلے سیاسی اور پھر اقتصادی غلامی کے شکنجے میں جکڑے رکھا۔ وہاں روس نے وسط ایشیا کی مسلمان ریاستوں اور مشرقی یورپ کے متعدد ملکوں کو اپنے اشتراکی نظامِ معیشت میں مدغم کر کے انہیں اپنا طفیلی بنا چھوڑا ہے۔ ان کے زرعی، صنعتی اور معدنی وسائل کے بل پر ہی وہ ایک عظیم عالمی طاقت بنا ہوا ہے اور پھر بھی بقول اس کے وہ ہے ان کا محسن۔ الغرض سامراجیت سے دونوں ہی کا دامن داغدار ہے۔

تیسری عالمی تحریک اور اس کی افضلیت

اب ہم تیسری عالمی معاشی تحریک کی طرف آتے ہیں۔ جیسے باقی دو معاشی تحریکات یعنی سرمایہ داری نظام اور اشتراکیت ہر دو پر ایک لازوال فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت یہ ہے کہ جہاں سرمایہ داری نظام اور اشتراکی نظام ہر دو حالات اور واقعات کے ردِ عمل کے طور پر کسی نہ کسی دباؤ کے تحت معرضِ وجود میں آئے اور انسانی دماغوں کی اُپج نے انہیں جنم دیا وہاں تیسری معاشی تحریک خود خالقِ کائنات کے وضع کردہ اصولوں پر مبنی ہے اور اسی لئے فطرتِ صحیحہ اور تخلیقِ کائنات کے مقصد کے عین مطابق ہے۔ اس سے ہماری مراد اسلام کا نہایت حکیمانہ وعادلانہ اقتصادی نظام ہے۔ چونکہ یہ حکیم وخبیر اور قادر وعزیز خدا کے وضع کردہ معاشی ومعاشرتی اور اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے اس لئے یہ ان ہر دو انتہاؤں سے یکسر مبرّا ہے جن کے سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت اور اشتراکی نظامِ معیشت ہر دو اپنی اپنی جگہ آئینہ دار ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ معاشی اصول ساری دنیا میں نافذ کرنے کی غرض سے اس امت کو عطا کئے گئے ہیں۔ جسے اس نے اُمَّةً وَّسَطًا قرار دیا ہے۔ اسی لئے یہ اصولِ توازن پر مبنی نظامِ معیشت خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا کا مصداق ہے جو ہر لحاظ سے ایک متوازن نظام ہے۔ یہ سرمایہ داری نظام اور اشتراکی نظام کے بین بین ایک صراطِ مستقیم کی حیثیت رکھتا ہے جس میں نہ کوئی کجی ہے اور نہ کسی قسم کی ناہمواری۔ یہ نہایت درجہ سیدھی صاف اور ہموار رہ گذر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلامی نظامِ اقتصاد کے بنیادی اصول

اسلام کا نہایت درجہ متوازن اور عادلانہ نظامِ معیشت جن حکیمانہ اصولوں پر مبنی ہے خلاصۃً وہ یہ ہیں:۔

پہلا اصول:۔ (اقتصادیات پر دینی اور اخلاقی پابندیوں کی بالادستی) تقویٰ اللہ پر قائم رہتے ہوئے اسلامی اخلاق کی پابندی ہر شعبۂ زندگی میں ضروری ہے تاکہ انسان زندگی کی کشمکش میں بھرپور حصہ لینے کے علاوہ ساتھ کے ساتھ آخرت کے لئے بھی سرمایہ فراہم کر سکے۔ لہٰذا اقتصادی شعبہ بھی اخلاقی پابندیوں اور قیود سے مبرّا

نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ه (ھود آیت ۸۶) اور اس قسم کے اقتصادی امور سے متعلق اسلام کے بے شمار دینی احکام سے ظاہر ہے۔

دوسرا اصول :۔ (حق معیشت میں کامل مساوات قائم کرنا حکومت کی ایک اہم ذمہ داری ہے) زمین آسمان اور اس میں پائی جانے والی تمام اشیاء کا خالق و مالک اللہ ہے اور انہیں اس نے تمام انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے اور بحیثیت مجموعی سب ان سے استفادہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس لئے حق معیشت میں تمام انسانوں کے لئے مساوات ضروری ہے۔ ہر شخص کا یہ پیدائشی اور بنیادی حق ہے کہ حسب استعداد اسے ذریعہ معاش میسر ہو جس سے وہ روٹی کپڑا اور مکان نیز معیشت کے دوسرے سامان حاصل کر سکے۔ حکومت یا سٹیٹ جو ملکی وسائل دولت کو اپنے تصرف میں لانے کی مجاز ہوتی ہے افراد کی ان بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہے۔

تیسرا اصول :۔ (درجات معیشت میں قدرتی تفاوت کو عوام کی معاشی ہلاکت کا موجب نہ بننے دیا جائے) ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ اپنی استعداد کی آخری حد تک کشمکش حیات میں حصہ لے کر اپنی اور اجتماعی خوشحالی میں کوشاں ہو۔ افراد کی خداداد استعدادوں، کارکردگی، محنت اور لگن میں تفاوت کے پیش نظر درجات معیشت میں فرق ہو سکتا ہے لیکن اس فرق کو اتنا وسیع نہ ہونے دیا جائے کہ وہ دوسروں کی مستقل معاشی بدحالی کا باعث بن سکے کیونکہ دولت اور ذرائع دولت کا کسی مخصوص طبقہ یعنی گنے چنے سرمایہ داروں میں ہمیشہ کے لئے محدود ہو کر عوام کی معاشی ہلاکت پر منتج ہونا حرام ہے۔

چوتھا اصول :۔ (مشروط فردی آزادی اور انفرادی ملکیت کی ضمانت) بعض شرائط اور پابندیوں کے ساتھ فردی آزادی اور انفرادی ملکیت کی اجازت ہونی چاہیئے تاکہ اس فردی آزادی اور انفرادی ملکیت کے صحیح متوازن اور عادلانہ استعمال کے ذریعہ افراد اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت کے لئے بھی سرمایہ جمع کر سکیں لیکن ضروری اور از بس ضروری ہے کہ انفرادی ملکیت، اجتماعی حقوق کے تحت استعمال کی جائے اور اجتماعی خوشحالی پر کسی لحاظ سے بھی بُرا اثر نہ ڈالے۔

پانچواں اصول :۔ (دولت کا مستقل طور پر گردش میں رہنا ضروری ہے) دولت کا ہمیشہ گردش میں رہنا اور کمزور طبقوں تک اس کا مسلسل پہنچتے رہنا از بس ضروری ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ زکوٰۃ، خمس، طوعی صدقات دینی، قومی اور ملی مفاد کے پیش نظر دیگر طوعی چندوں کی ادائیگی اور شرعی قوانین کے تحت ورثہ کی تقسیم نیز سود، سٹہ قماربازی، لاٹری، اکتناز و احتکار اور ہوس زر کے تحت کئے جانے والے دیگر قبیح افعال سے متعلق کی ممانعت کے اسلامی احکام پر بہ تجہد عمل کرایا جائے تاکہ دولت دائمی طور پر گنے چنے چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو سکے۔

اسلام کے اقتصادی نظام کے ان بنیادی اصولوں سے صاف عیاں ہے کہ نہ تو اسلام سرمایہ داری نظام کی طرح بے لگام فردی آزادی اور غیر محدود انفرادی ملکیت کے ذریعہ مختار کل سرمایہ دار طبقہ پیدا کرنے اور غرباء کو ان کے حال پر چھوڑ دینے کا قائل ہے اور نہ اس نے اشتراکیت کی طرح فردی آزادی کو کچل کر اور انفرادی ملکیت کا کلی استیصال کر کے حکومت یا سٹیٹ کو ایک ظالم و جابر بہا سرمایہ دار کا روپ دھارنے اور جبر و تشدد روا رکھنے کی اجازت دی ہے اس نے ایک ایسا درمیانی راستہ اختیار کیا ہے جس پر چل کر حکومت اور عوام دونوں ہی عدل پر قائم رہتے ہوئے اجتماعی فارغ البالی اور آخرت کی دائمی خوشحالی کی راہ ہموار کر سکیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اقتصادی نظام کی اس امتیازی خوبی کو اس نظام کے لبّ لباب کے طور پر نہایت عمدگی سے چند الفاظ میں بیان فرمایا ہے چنانچہ حضور رضی فرماتے ہیں:۔

"اسلامی اقتصاد نام ہے فردی آزادی اور حکومت کے تداخل کے ایک مناسب اختلاط کا یعنی اسلام دنیا کے سامنے جو اقتصادی نظام پیش کرتا ہے اس میں ایک حد تک حکومت کی دخل اندازی بھی رکھی گئی ہے اور ایک حد تک افراد کو بھی آزادی دی گئی ہے۔ ان دونوں کے مناسب اختلاط کا نام اسلامی اقتصاد ہے۔ فردی آزادی اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ افراد آخرت کا سرمایہ اپنے لئے جمع کر لیں اور ان کے اندر تسابق اور مقابلہ کی روح ترقی کرے۔ اور حکومت کا تداخل اس لئے رکھا گیا ہے کہ امراء کو یہ موقعہ نہ ملے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کو اقتصادی طور پر تباہ کر دیں ....

پس اسلامی اقتصادیات میں فردی آزادی کی بھی پوری حفاظت کی گئی ہے تاکہ انسان طوعی خدمات کے ذریعہ سے آئندہ کی زندگی کے لئے سامان بہم پہنچا سکے اور تسابق کی روح ترقی پا کر ذہنی ترقی کے میدان کو ہمیشہ کے لئے وسیع کرتی چلی جائے۔ اور حکومت کا دخل بھی قائم رکھا گیا ہے تاکہ فرد کی کمزوری کی وجہ سے اقتصادیات کی بنیاد ظلم اور بے انصافی پر قائم نہ ہو جائے اور بنی نوع انسان کے کسی حصہ کے راستہ میں روک نہ بن جائے۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام (لیکچر ۲۰ فروری ۱۹۴۵ء) صفحہ ۴۶، ۴۷)

الغرض اسلام کا اقتصادی نظام ایک نہایت ہی متوازن اور عادلانہ نظام ہے جو سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے پیشکردہ اقتصادی نظاموں سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہ ان تمام نقائص سے پاک ہے جو سرمایہ داری اور اشتراکی ہر دو نظاموں میں پائے جاتے ہیں اور جنہوں نے اس کرۂ ارض کو فساد کی آماجگاہ بنا چھوڑا ہے۔ یہ دونوں نظام افراد کی خوشحالی سے زیادہ دو زبردست عالمی طاقتوں کے سامراجی عزائم کو فروغ دینے اور پروان چڑھانے کا ایک بہانہ ہیں۔ دونوں میں جبر و تشدد کا عنصر شامل ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں جبر و تشدد بالواسطہ اپنا اثر دکھاتا

ہے جبکہ اشتراکی نظامِ معیشت میں جبر و تشدد بلاواسطہ اپنا رنگ جماتا اور تت نئے گُل کھلاتا ہے۔ اول الذکر نظام میں سرمایہ دار طبقہ کسی نہ کسی رنگ میں غریبوں اور متوسط طبقہ کو جبر و تشدد کا نشانہ بناتا ہے جبکہ موخر الذکر نظام میں سٹیٹ ایک بہت بڑے سرمایہ دار کی حیثیت سے بیک وقت تمام افراد کو فردی آزادی اور انفرادی ملکیت سے محروم کرکے تشدد کا نشانہ بناتی ہے۔ اور اس طرح عوام پیٹ کے پجاری بن کر اور خالصتہً مادی ضرورتوں کے چنگل میں گرفتار ہو کر مشین کے کل پُرزوں کی طرح بے شعوری حرکات کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

یہ اسلام ہی ہے جس نے ایک متوازن اور عادلانہ نظامِ معیشت پیش کیا ہے جس کی رُو سے اس نے فردی آزادی اور انفرادی ملکیت کو بعض شرائط کے ساتھ مشروط کرکے اور اس مشروط آزادی اور مشروط ملکیت کے ذریعہ آخرت کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کی لگن پیدا کرکے اور اقتصادی امور میں حکومت کے کنٹرول کو بعض قواعد و ضوابط کا پابند بنا کر شرفِ انسانی کو بلند سے بلند تر کرنے کی راہ ہموار کی ہے اور انسان کی انسانیت کو چار چاند لگانے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام مٹ کر رہیں گے اور ان کی جگہ اسلام کے اقتصادی نظام پر مبنی نظام تو قائم ہو کر رہے گا۔ یہ خدائی تقدیر ہے جو بروئے کار آکر رہے گی۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے بروئے کار آنے میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔

مجلس انصار اللہ کا سالانہ بجٹ

مجلس انصار اللہ کے سالانہ بجٹ کے پہلے چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ تمام مجالس کے زعماء صاحبان کو اس ششماہی تک چندہ کی وصولی کی پوزیشن بھجوا دی گئی ہے۔ کئی مجالس ایسی ہیں جن کی طرف سے چندہ کی وصولی بہت ہی کم ہے۔ مجلس انصار اللہ کا سالانہ اجتماع بھی اب قریب آرہا ہے اس لئے تمام ناظمین اور زعماء سے گزارش ہے کہ وہ چندہ کی رفتار کو تیز فرمائیں۔ اور وصول شدہ چندہ مرکز میں جلد بھجوا کر مشکور فرمائیں۔ جزاکم اللہ

خاکسار:- ملک محمد عبداللہ قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ

آزادیٔ ضمیر — اور — رواداری

(مکرم نذیر احمد صاحب خادم)

اسلام دینِ فطرت اور عالمگیر، کامل ترین آخری اور دائمی مذہب ہے، جو امن و سلامتی صلح و آشتی اور رحمت و شفقت کی تعلیمات پر مبنی اور حریّتِ فکر و ضمیر، آزادیٔ اظہارِ رائے، رواداری اور احترامِ انسانیت کا سب سے بڑا علمبردار اور محافظ ہے۔ اسلام جس بزرگ و برتر خدا کا تصوّر پیش کرتا ہے، وہ ربّ العالمین، رحمٰن و رحیم اور رؤف و غفور ہے۔ اسلام کا رسولؐ رحمۃٌ للعالمین اور اسلام کی شریعت (قرآن کریم) ذِکْرٌ لّلعالمین ہے۔

اسلام اپنی تعلیمات کی تبلیغ و ترویج اور اپنے احکامات کو فروغ دینے کے لئے کسی بھی قسم کے جبر و تشدّد خوف و ہراس اور سختی کو جائز نہیں سمجھتا بلکہ اشاعتِ حق کے لئے ہر قسم کے جبر و اکراہ سے منع فرماتا ہے۔ وہ لوگ جو بغض و عناد کی آگ بھڑکانے کی مہم چلاتے ہیں۔ وہ نہ صرف یہ کہ اسلام کی حسین اور بے مثال تعلیم کا خود مذاق اڑاتے ہیں۔ بلکہ ان عیسائی پادریوں اور مخالفینِ اسلام کی تائید و حمایت کرتے ہیں جو صحیح تاریخی حقائق و واقعات اور اسلام کی تعلیمات کو مسخ کر کے یہ ظالمانہ الزام اسلام پر لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں ہمیشہ ہی محبّت و پیار، نرمی و وقار، حسنِ اخلاق، پاکیزہ عملی نمونہ حکمت و دانش سے پُر دلائل اور حُسنِ سلوک ایسے زرّین و دلآویز اصول اور دوسرے پُر امن ذرائع کارفرما رہے ہیں — اسلامی مبشرین و مبلغین اور داعیانِ حق کے پیشِ نظر ہمیشہ ہی یہ امر رہا ہے کہ راہِ حق سے بھولی بھٹکی انسانیت کے دل محبّت و حکمت کے ساتھ جیت کر ان میں حُبِّ خالق کی شمعیں فروزاں کر کے اسی خالقِ حقیقی کے قدموں میں انہیں ڈال دیا جائے۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور خلفائے راشدین کے عہدِ سعادت عہد میں کوئی ادنے سے ادنے مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی شخص کو دباؤ یا سختی سے حلقہ بگوشِ اسلام بنایا گیا ہو یا کسی کے گھر مکان یا دوکان کو اس لئے جلایا گیا ہو کہ وہ اسلام کے سوا کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے یا کسی دینی مسئلہ کے بارے میں اس کی رائے مختلف ہے۔ بلکہ اس کے برعکس تیرہ سالہ مکّی زندگی میں غریب اور کمزور مسلمان کفّار کے وحشیانہ مظالم اور ناقابلِ برداشت سختیوں کی چکیوں میں پستے رہے۔ ابتلاؤں، آزمائشوں اور انتہائی دردناک مصائب و مشکلات کے اس کٹھن اور صبر آزما دور میں جو شخص داخلِ اسلام ہوتا وہ گویا دنیا جہاں کی تلخیوں، مصیبتوں، دکھوں، اور دشمنیوں کو خود دعوت دیتا۔ اگر خنجر و تلوار اور تختہ دار سے ہی دلوں کو بدلا جا سکتا ہے تو اس زمانہ میں کوئی ایک شخص بھی اسلام قبول نہ کرتا بلکہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے وہ بھی اسے چھوڑ دیتے۔ مگر ان حق پرستوں کو ایسی حلاوتِ ایمان

نصیب ہوئی اور اسلام کے لازوال حُسن ظاہری و باطنی پر وہ کچھ یوں فریفتہ ہوتے کہ تمام تنگیاں اور تلخیاں صبر و ہمت سے ہنستے مسکراتے جھیل گئے۔ مگر حق کو نہ چھوڑا اور دولتِ ایمان کو حرزِ جان بنائے رکھا۔ دہکتے کوئلوں پر اور چمکتی ننگی تلواروں کے نیچے بھی وہ مستانہ وار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے روح پرور و ایمان افروز پاکیزہ کلمات دہراتے رہے اور نہایت استقلال و ثابت قدمی اور جوانمردی کے ساتھ کفر کی ہر پیشکش کو ٹھکراتے رہے۔ ان فدائیانِ حق کی استقامت دوسری سعید روحوں کے لئے کرامت بن گئی اور حق کی پیاسی روحیں اس پُرآشوب دور میں بھی اسلام کی آغوش میں پناہ لیتی رہیں۔ مکی زندگی کا یہ پُر درد و پُر آلام طویل دَور اس حقیقت پر زندہ گواہ ہے کہ اسلام جبر و تشدّد سے نہیں بلکہ اپنی روحانی قوت، حسین و دلربا تعلیمات اور محبّت و الفت کی دلنواز راہوں سے لوگوں کے قلوب میں داخل ہوتا رہا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ اسلام کا پاکیزہ عملی نمونہ اور حسنِ کردار ہی سعید الفطرت روحوں کو اسلام کی طرف کھینچتا رہا ہے۔ بلاشبہ یہ محبّت و غمخواری اور حسنِ سیرت اور اسلامی اخلاق کی ہی تلوار تھی کہ جو بھی اس سے گھائل ہو جاتا وہ مخالفوں کی ہزاروں تلواروں اور بے شمار تیروں کے زخم کھانے کے باوجود بھی اسلام کا دامن نہ چھوڑتا۔

ہجرت کے بعد مدنی دَور میں بھی کسی شخص کو جبر سے اسلام میں داخل کرنے کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ مدنی دَور میں اہلِ اسلام کو جو لڑائیاں لڑنی پڑیں ان میں پہل کفار کی طرف سے ہوتی۔ مسلمان تو کفار کی جارحیت کے جواب میں اپنے دفاع کے لئے خود حفاظتی کے طور پر لڑتے مگر ان مدافعانہ غزوات اور جنگوں میں بھی جو جنگی قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آتے انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جاتا۔

کس قدر واضح، کتنا پیارا، کیا ہی دلکش و دلآویز، طمانیت آفرین اور سکون آمیز ہے قرآنِ حکیم کا یہ اعلان کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ... (بقرہ ع ۳۴) دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر (جائز) نہیں (کیونکہ) ہدایت اور گمراہی کا (باہمی) فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ بالجبر عقیدہ تبدیل کروانے سے کسی بھی فریق کو کوئی فائدہ اور استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایمان وہی سود مند، قابلِ فخر و موجبِ فلاح ہو سکتا ہے۔ جس پر کوئی شخص دلی یقین کے ساتھ علیٰ وجہ البصیرت قائم ہو۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر اللہ تعالےٰ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اہلِ اسلام کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ لوگ دلائل کے ساتھ حق کے قائل ہوں۔ اسی حقیقت کے مدِنظر قرآنِ حکیم نے منکرینِ حق کو بار بار اپنے پیش فرمودہ دلائل اور تعلیمات کے بارہ میں غور و خوض اور تفکر و تدبّر اور عقل و سمجھ سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ قرآن مبین میں جگہ جگہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ اور اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ جیسے دعوتِ غور و فکر دینے والے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ اور قرآن کریم نے ہر بات دلیل کے ساتھ پیش کی ہے۔ بغیر دلیل کے کوئی بات کسی پر

(باقی دیکھیں صفحہ ۲ پر)

قمر ہے چاند اوروں کا ھمارا چاند قرآں ہے

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ھمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بد خشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وھاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جسکی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اسکے ھمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفیٰ نکلا

یا الہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔